حاکم کو یہ مدینہ کے جس دم خبر گئی   سبطِ نبیؐ کو فوجِ ستم قتل کر گئی
کھیتی جنابِ فاطمہؑ کی خوں میں بھر گئی   تا شہرِ شام بنتِ علیؑ ننگے سر گئی

سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
دشمن تھا وہ لعین مگر آنسو نکل پڑے

القصہ سوچ کے حکم اُس نے یہ دیا   ہاں شہر میں نکل کے منادی کرے ندا
آیا ہے شہرِ شام سے نامہ یزید کا   ہے جس میں مندرج خبرِ ابنِ مرتضیٰؑ

قاصد کسی کو آج نہ دکھلائے گا وہ خط
کل مسجدِ نبیؐ میں پڑھا جائے گا وہ خط

سُن کر یہ حال مادرِ عباسؑ نیک نام   پہونچیں جو تا بہ مسجدِ پیغمبرِ انام
مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھ کر کیا کلام   ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام

حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لائی ہیں
بیت الشرف سے مادرِ عباسؑ آئی ہیں

اُس صاحبِ وقار نے تب خود اُٹھا کے سر   فرمایا السّلام علیک اے نکو سیر
ہے تو رسیدہ مخبرِ صادق کی کیا خبر   اب کس دیار میں ہے ید اللہ کا پسر

سُنتی ہوں کربلا کے بسانے کا قصد ہے
کوفہ سے کب تلک اِدھر آنے کا قصد ہے

رونے لگا خطیب یہ سن کر بصد ملال   بولا کہ اے ضعیفہ ذی قدر و خوش خصال
کچھ اپنے تینوں بیٹوں کا تجھ کو نہیں خیال   فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال

بیٹوں کی کیا خبر مجھے اپنی خبر نہیں
میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں

اُس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیک نام   فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہے وہ غلام
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام   تینوں تھے حرب گاہ میں پروانۂ امام

یوں سب تھے پر انھیں سے تو لشکر کا اوج تھا
عباسِؑ نامدار علمدارِ فوج تھا

گھبرا کے تب یہ کہنے لگی وہ اسیرِ غم   ہے ہے لڑے امام سے کیا بانیٔ ستم
کیا نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دمبدم   حالِ حسینؑ کہہ کہ نکلتا ہے تن سے دم

ہوں میں تو اور فکر میں تو اور فکر میں
ذکرِ غلام کرتا ہے آقا کے ذکر میں

بولا وہ سلسلے سے سنو جنگ کا بیاں   فرمایا خیر کہہ خبرِ عونِؑ نوجواں
اس نے کہا کہ سینے پہ برچھی کے لگی سناں   بولیں ہزار شکرِ خداوندِ دو جہاں

کام آیا شہ کے عاقبت اس کی نکو ہوئی
میں بھی جنابِ فاطمہؑ سے سرخ رو ہوئی

اب کر بیانِ معرکۂ جعفرؑ جری — اس نے کہا دکھائی علیؑ کی دلاوری
مارا گیا وہ غیرتِ خورشیدِ خاوری — یہ سُن کے پڑ گئی تنِ اطہر میں تھرتھری

اتنا کہا کہ صدقے میں اُس نورِ عین کے
وہ بھی نثار ناخنِ پائے حسینؑ کے

مرنے کی دونوں بیٹوں کی جب سُن چکیں خبر — بارِ الم سے اور بھی خم ہو گئی کمر
رقّت کو ضبط کر کے یہ بولی وہ نوحہ گر — کہہ حالِ جانفشانیٔ عباسؑ نامور

بھائی سے ابنِ مخبرِ صادق نے کیا کیا
معشوق سے جہاد میں عاشق نے کیا کیا

بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسنؑ — اس دم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِ زمن — غل تھا کہ رانڈ ہو گئی اک رات کی دلہن

رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

جس دم سنا یہ ذکر تو صدمہ ہوا کمال — غصے سے کانپ کانپ کے بولی وہ خوش خصال
پھر کہیو کیا کہا یہ مرے باوفا کا حال — جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسنؑ کا لال

گریہ کیا تو خوب خوشی میرا دل کیا
اس نے حسنؑ کی روح سے مجھ کو خجل کیا

کیا ہو گئی حمیّت عباسؑ نوجواں — اللہ یہ عزیز ہوئی اُس کو اپنی جاں
ظاہر ہوئے وہ امر کہ جن کا نہ تھا گماں — بس آج سے وہ میرا پسر نا میں اُس کی ماں

قبرِ علیؑ پہ اُس کی شکایت کو جاؤنگی
یثرب میں اب کسی کو نہ میں مُنہ دکھاؤنگی

منہ کو پھرا کے سوئے نجف پھر وہ خوش خصال — چلائی یا علیؑ ولی شیرِ ذوالجلال
آقا سنا حضور نے اپنے پسر کا حال — اس نے مجھے ضعیفی میں صدمے دیئے کمال

حضرت کا شیر جنگ میں بچ کے گھر گیا
بچے تو قتل ہو گئے اور وہ نہ مر گیا

قاصد کو اس کلام سے حیرت ہوئی زیاد — بولا کہ اے ضعیفۂ ناشاد و نامراد
للہ کر نہ شکوۂ عباسؑ خوش نہاد — سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائی جہاد

تھا عشق اُس کو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

جس طرح سے حسینؑ نے بھائی کو دی رضا — ہوتا ہے طول گر کہوں سارا وہ ماجرا
خالق کرے نہ عاشق و معشوق کو جدا — بسمل سے لوٹتے تھے شہنشاہ کربلا

باہیں گلے میں ڈال کے جس دم لپٹتے تھے
اس دم کلیجے دیکھنے والوں کے پھٹتے تھے

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا — اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اُڑانا کہوں میں کیا — منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا
بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہ پہ عباس مر گئے

قاصد جو سب یہ حالِ علمدار کہہ چکا — مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
اُمّ البنینؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا — اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا اے کربلا
بٹیا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِ عین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

قاصد سے پھر کہا کہ کرو اب شاہ کا بیان — اس نے کہا کہ جسم میں خنجر تھے تھی نہ جاں
کھا کر سناں جو مر گیا اکبرؑ سا نوجواں — بس اور بھی حسینؑ ہوئے پیر و ناتواں
اب کیا کہوں کہ دفترِ عالم الٹ گیا
پیاسا گلا حسینؑ کا خنجر سے کٹ گیا

اُمّ البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر — قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئی کدھر
اس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر — جاتے تھے اہلِ بیتِ محمدؐ برہنہ سر
ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشا کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے — سجادؑ سر برہنہ بدردو الم چلے
روتے سروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے — زینبؑ نے لاشِ شہ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں

ہائے ہائے مرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ — ہائے ہائے مرے غریب مرے مہ لقا حسینؑ
ہائے ہائے تجھے نہ پانی کا قطرہ ملا حسینؑ — ہائے ہائے تمام تن ترا ٹکڑے ہوا حسینؑ
پیاسے گلے پہ خنجرِ بیداد چل گیا
ہائے ہائے تڑپ تڑپ کے ترا دم نکل گیا

اے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی — اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی — اے اے زمین شمعِ امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا میری کھیتی اُجڑ گئی
سرحد میں تیری بھائی سے زینبؑ بچھڑ گئی

یہ کہہ کے سر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی — آ کر نجف سے حال مرا دیکھو یا علیؑ
گردن رسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی — کہتی یہ ماریہ سے وہ با چشمِ تر چلی
ہائے ہائے میں کربلائے معلےٰ میں لٹ گئی
پردیس میں آ کے برادر سے چھٹ گئی